اکابر سوادِ اعظم کی کتابوں میں تحریف والحاق

اور

فکر ولی اللّٰہی کے صحیح خدوخال

از

مولانا یٰسین اختر مصباحی

علمی تحقیق

اکابر سوادِ اعظم کی کتابوں میں تحریف والحاق

فکر ولی اللّٰہی کے صحیح خدوخال

مولانا یٰسین اختر مصباحی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت ۴؍ شوال ۱۱۱۴ھ/۱۲؍ فروری ۱۷۰۳ء- وصال ۳۰؍ محرم ۱۱۷۶ھ/۲۱؍ اگست ۱۷۶۲ء) کی متعدّدُ الجہات اور جامعُ الصِّفاف شخصیت صرف اہل ہند نہیں بلکہ سارے عالمِ اسلام کے لیے موضوعِ بحث و تحقیق بن چکی ہے اور اب آپ کے افکار و نظریات پر مغربی یونیورسٹیوں کے فضلا اور دانش ور حضرات بھی تحقیق اور ریسرچ کررہے ہیں۔

صوفیہ و مشائخِ چشت کے علاوہ دہلی کے طبقۂ علما و محدثین اور اس کی باکمال شخصیتوں میں جس طرح امام المحدثین محقق علی الاطلاق، عاشقِ رسول، شیخ الہند حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت ۹۵۸ھ/۱۵۵۲ء- وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کی شخصیت احادیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے درس و تدریس و نشر و اشاعت و ترویج کے باب میں سب سے ممتاز اور نمایاں ہے، اسی طرح خدمتِ علمِ حدیث میں امام الہند حضر ت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قابلِ رشک علمی و فکری مقام بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اس عظیم و عبقری شخصیت کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی (وصال ۱۱۳۱ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس طرح ایک بڑے ہی جلیل القدر عالم و محدث تھے، اسی طرح آپ کے صاحب زادگان، حضرت شاہ عبد العزیز، حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ عبد القادر بھی ایک سے بڑھ کر ایک عالم فاضل اور محدث تھے۔ گویا ؎

این خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی سے لے کر آپ کے جملہ اساتذہ و مشائخ کرام اور اولاد و احفاد تک دینی و علمی و روحانی فیضان حاصل کرنے اور اسے اپنے تلامذہ اور وابستگان تک منتقل کرتے رہنے کا ایک سلسلہ رحمت و نور ہے جو موج در موج رواں دواں ہے۔ اور اس کا آخری سِرا بحرِ بے کراں سے جاکر مل جاتا ہے، جو منبعِ جود و کرم، رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ کرم سے جاری ہے۔ اور بقدرِ ظرف جس سے ساری کائنات مستفید و سیراب ہورہی ہے۔ گویا ؎

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندّیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

تو یہ ذکر ہے سلسلہ "سلسلہ ولی اللّٰہی" کا جس کے خیالات و نظریات کو "فکر ولی اللّٰہی" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جو سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کا ایک مقتدر عالم اور جلیل القدر محدث تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا مقلد تھا، تصوف و طریقت کا علم بردار تھا۔ اسلافِ کرام کی اقدار و روایات کا وارث و امین تھا۔ خود تنہا نہیں بلکہ اس کے ان اوصاف میں اس کے والد محترم بھی شریک تھے اور صاحب زادگان و نبیر گان (باستثنائے شاہ محمد اسماعیل دہلوی متوفیٰ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) بھی ان کے سچے وارث تھے۔ جو سب کے سب سوادِ اعظم اہل سنت کے اکابر علما و صوفیہ و مشائخ کرام کی اسی روش پر قائم و دائم رہے، جو انھیں بطور وراثت ملی تھی۔

لیکن کتنی عجیب بات ہے، حیرت انگیز بھی اور افسوس ناک بھی کہ:

آج کل کے "موحدین" (یعنی غیر مقلدین) اپنے زعمِ عمل بالحدیث (بہ الفاظ دیگر غیر مقلدیت) میں مسلمانانِ ہند پر الزامِ شرک و بدعت رکھنے کے لیے آڑ لیتے ہیں اسی فکر "ولی اللّٰہی" کی اور اپنے مخصوص نظریات (غیر مقلدیت، وہابیت) کو اس سے جوڑنے کی ایسی ناروا جسارت کرتے ہیں کہ شرم و غیرت کے مارے اسلامی تاریخِ ہند کی پیشانی بھی عرق آلود ہو جاتی ہے۔

ذرا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں! جو "منصبِ تجدید کی حقیقت اور تاریخ تجدید میں شاہ ولی اللہ کا مقام" کے عنوان سے ماخوذ ہے۔ اور جس میں مولانا ابو الاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی نے اہلِ علم کو اپنے طور پر گویا یہ بھی باور کرادیا ہے کہ اپنے مخصوص نظریات کو پیش کرنے کے لیے خود انھوں نے اور ان کے بعض پیش رو حضرات نے

بانی و مہتمم دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

"فکرِ ولی اللّٰہی" کو مسخ کرنے میں کتنی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا ہے۔

تمہید کا یہ حصہ ان سبھی اربابِ فکر و دانش کے لیے قابلِ غور ہے جو "فکرِ ولی اللّٰہی" سے تھوڑی بہت واقفیت اور ادنیٰ سا بھی ربط و تعلق رکھنے کے دعوے دار ہیں۔ مولانا مودودی نے "شاہ ولی اللہ نمبر" (ماہ نامہ الفرقان، بریلی، زیرِ ادارت مولانا منظور نعمانی) میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"جاہلیتِ خالصہ کے بعد یہ دوسری قسم کی جاہلیت ہے، جس میں انسان قدیم ترین زمانے سے آج تک مبتلا ہوتا رہا۔ اور ہمیشہ گھٹیا درجے کی دماغی حالت ہی میں یہ کیفیت رونما ہوئی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ واحد قہار کی خدائی کے قائل ہوگئے، وہاں سے خداؤں کی دوسری اقسام تو رخصت ہوگئیں، مگر انبیا، اولیا، صالحین، مجاذیب، اقطاب، ابدال، علما، مشائخ اور ظل اللھوں کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں اپنی جگہ نکالتی رہی۔ جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان نیک بندوں کو خدا بنالیا جن کی ساری زندگیاں بندوں کی خدائی ختم کرنے اور صرف اللہ کی خدائی ثابت کرنے میں کف ہوئی تھیں۔

ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر، عرس، صندل، چڑھاوے، علم، نشان، تعزیے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی گئی۔

دوسری طرف بغیر کسی ثبو علمی کے ان بزرگوں کی ولادت و وفات، ظہور و غیاب، کرامات و خوارق، اختیارات و تصرفات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے تقرب کی کیفیات کے متعلق ایک پوری یتھالوجی تیار ہوگئی، جو بت پرست مشرکین کی یتھالوجی سے ہر طرح لگا کھا سکتی ہے۔

تیسری طرف توسُّل و استمدادِ روحانی، اکتسابِ فیض وغیرہ کے خوش نما پردوں میں وہ سب معاملات جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں، ان بزرگوں سے متعلق ہوگئے۔"(۱)

یہ ہے سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے ساتھ "حسنِ ظن" اور "فکرِ ولی اللّٰہی" پیش کرنے کا "روایتی انداز" جس کا اظہار "موحدین" (یعنی فرقہ وہابیہ) کے مختلف طبقوں کی طرف سے "مسلمانوں" کے حق میں کیا جاتا ہے اور اسے ہی "عینِ توحید" بھی قرار دیا جاتا ہے۔

اپنے اس مخصوص نظریے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اکابر و اسلافِ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں تحریف و الحا ق سے بھی دریغ نہیں کیا گیا اور ایک طویل عرصہ سے وہ سارے حربے اور تدبیریں اختیار کی جارہی ہیں جو کسی طرح بھی "مزعومۂ فلسفۂ توحید" کو مسلمانوں کے درمیان رائج اور مقبول بنا سکیں۔ اس طرح نوبت بایں جا رسید کہ مولانا شاہ زید ابو الحسن فاروقی مجددی دہلوی (وصال ۱۹۹۳ء) کے بقول:

"افسوس ہے کہ مولانا اسماعیل کے پیروان اِس کام (تحریف و الحاق) میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن اور ان کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابرین کے احوال میں خوب خوب تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسماعیل کا ہم نوا سب کو قرار دیا۔"(۲)

"سلسلۂ اسماعیلیہ (منسوب بہ شاہ محمد اسماعیل دہلوی متوفیٰ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتابوں میں تحریف و الحاق کی چابک دستی دکھانے کی عجیب و غریب کوششیں کی گئی ہیں۔ حالاں کہ:

"آپ اہلِ سنت و جماعت کے مقتدیٰ تھے "وہابیہ" اور "اصحاب توحید" کے عقائد سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔"........

اور.........شاہ ولی اللہ کو گر اسماعیلیہ، وہابیہ، غیر مقلد اور اہل حدیث نے تحریفات و تزویرات کر کے اپنے رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا۔"(۳)

جس کا صاف و صریح اور واضح ثبوت یہ ہے: "وقت آیا کہ از سرِ نو پیامِ محمدی کی تجدید ہو۔ مسجدِ نبوی کے دو طالب علم خاص طور سے اس منصب سے نوازے گئے۔ ان میں ایک ہندی نژاد تھا، دوسرا نجد کا بوریہ نشیں!

آپ سمجھے یہ طالب علم کون تھا؟ محمد بن عبدالوہاب۔ اور ہندی نژاد ولی اللہ بن عبدالرحیم۔"(۴)

محمد بن عبدالوہاب! نجد کا یہ وہی بادہ نشیں ہے، جو مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کی تحقیق و روایت کے مطابق خیا لاتِ باطلہ و عقائدِ فاسدہ رکھتا تھا۔ اور:

" زیارتِ رسولِ مقبول ﷺ حضوری آستانہ شریفہ و ملاحظۂ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت، حرام لکھتا ہے۔ اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے۔ لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثہ مساجد ُن کا متد ل ہے۔

بعض ان میں سفرِ زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجدِ نبوی میں جاتے ہیں تو صلاۃ و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلاۃ والسلام کو نہیں پڑھتے، اور نہ اس کی طرف متوجہ ہو کر دعاوغیرہ مانگتے ہیں۔"(۵)

جس کی وجہ یہ ہے کہ: "نجدی اور اس کے اتباع (متبعین) کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ: "انبیاے کرام علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ اس دنیا میں تھے۔"(٦)

"ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات سے بعدِ وفات ہے۔ اور اسی وجہ سے توسل، دعامیں بعدِ وفات ناجائز کہتے ہیں۔

ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ اللہ! نقل کفر کفر نہ باشد۔ کہ:

ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ السلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں، اور ذاتِ فخرِ عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔"(۷)

جب کہ حرماں نصیبی و شقاوت قلبی کے بطن سے پھوٹنے والی اس "وہابی توحید" کے مقابلہ میں "اسلامی توحید" کے یہ ایمان افروز مناظر ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں کہ:

ایک دن مروان نے ایک شخص کو قبرِ رسول علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنے رخساروں کو رکھے دیکھا تو اس سے کہا کہ: تم یہ کیا کر رہے ہو؟

فاقبلَ عليه. فإذا هو أبو أيوب. فقال: نعم! جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم آتِ الحجر. سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تبكوا على الدينِ إذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه إذا وليه غير اهله. (مسند امام احمد بن حنبل)

ترجمہ: پھر اس نے دیکھا کہ یہ حضرت ابوایوب (انصاری) ہیں اور انھوں نے اس وقت یہ جواب دیا کہ: میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: دین پہ اس وقت گریہ نہ کرو جب دین کی باگ ڈور دین داروں کے ہاتھ میں ہو۔ بلکہ اس وقت گریہ کرو جب دین کی باگ ڈور غیر دین داروں کے ہاتھ میں آجائے۔"

"وہابی موحدوں" کے مقابلے میں "اسلامی موحدوں" کا یہ ایمان افروز واقعہ بھی پڑھتے چلیے کہ بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد ایک یہودی عالم، کعب احبار جو حضرت عمر فاروق کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، ان سے عمر فاروق نے فرمایا:

"هل لك أن تسير معي الى المدينة، وتزور قبر النبي صلى الله عليه وسلم؟"

ترجمہ: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میرے ساتھ مدینہ پہنچ کر قبرِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کریں؟"

اور اس کے بعد کعب احبار، فلسطین سے "شدِ رحال" (سفر) کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور قبرِ نبوی کی زیارت سے اپنے ایمان کو تازگی بخشی۔

آپ کو معلوم ہے کہ ابوایوب کون تھے؟

یہ تھے صحابیِ رسول حضرت ابو ایوب انصاری، جن کو مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف سب سے پہلے حاصل ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وأرضاہ عنا۔

اور یہ عمر فاروق تھے۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق! جن کے بارے میں نبیِ اکرم ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا تھا کہ:

"لو كان نبياً بعدي لكان عمر."

میرے بعد اگر کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

کیا ان صحابۂ کرام اور مقبولانِ بارگاہِ خدا و رسول کی "اسلامی توحید" کے مقابلہ میں کسی "وہابی توحید" کا فروغ اس ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان کسی طرح کوئی آسان کام تھا جس کے چپے چپے پر اولیاے صالحین و صوفیہ و مشائخِ کرام کی جلائی ہوئی "اسلامی توحید" کی شمع آج بھی فروزاں ہے؟ اور ہر مردِ مومن کے سینے میں ان اولیاے کرام و صالحین و ابرار کی عقیدتوں کا فانوس آج بھی اپنی پوری تابانی کے ساتھ روشن و منور ہے؟

جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اس لیے اپنی "مزعومہ توحید" کی تبلیغ کے لیے ان اولیا و ابرار کی پیروی سے انحراف کر کے طریقہ ان لوگوں کا اختیار کیا گیا جن کے بارے میں قرآنِ حکیم ارشاد فرما رہا ہے:

"يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ. (المائدة:۱۳)

ترجمہ: اب ان کا حال یہ ہے کہ اللہ کی باتوں کو الٹ پھیر کر بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں، اور جو تعلیم انھیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصہ وہ بھول چکے ہیں۔

تحریف والحاق کے اس بھیانک جرم کے ارتکاب کی نشان دہی کرتے ہوئے خانوادۂ ولی اللّٰہی کے ایک معزز فرد حضرت مولانا ظہیر الدین عرف سید احمد ولی اللّٰہی دہلوی، جو حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کے نواسہ کے پوتے تھے۔ یہ مولانا ظہیر الدین احمد دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک کتاب "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء" کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:

"بعد حمد و صلوٰۃ کے بندہ محمد ظہیر الدین عرف سید احمد، اول گذارش کرتا ہے بیچ خدمت شائقین تصانیفِ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہ: آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور در حقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہ تھیں۔ اور بعض لوگوں نے جو اِن کی تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقع پایا تو تغیر و تبدل کر دیا۔۔ تو میرے اِس کہنے سے یہ غرض ہے کہ: جو اَب تصانیف ان کی چھپیں تو اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے۔"(۸)

اور "التماس ضروری" کے عنوان سے "انفاس العارفین" مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی میں کچھ الحاقی کتابوں کے نام خود مولانا ظہیر الدین احمد مذکور نے اس طرح دیے ہیں:

۱۔ تحفۃ الموحدین، مطبوعہ لاہور منسوب بہ طرف حضرت شاہ ولی اللہ۔
۲۔ البلاغ المبین، مطبوعہ لاہور منسوب بہ طرف حضرت شاہ ولی اللہ۔
۳۔ تفسیر موضح القرآن، مطبوعہ خادم الاسلام دہلی منسوب بہ طرف حضرت شاہ عبد القادر۔
۴۔ ملفوظات، مطبوعہ میرٹھ، منسوب بہ طرف شاہ عبد العزیز۔(۹)

قاری عبد الرحمٰن پانی پتی (متوفیٰ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں:

"اور ایسا ہی ایک اور جَعل (یہ غیر مقلدین) کرتے ہیں کہ: سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں۔ چناں چہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبد العزیز کے نام اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علیٰ ہذا القیاس چھپواتے ہیں۔"(۱۰)

اس خانوادۂ ولی اللّٰہی کو خصوصیت کے ساتھ نشانۂ تحریف والحاق بنانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابوں اور آپ کے جانشین حضرت شاہ عبد العزیز کے شاگردوں کا پورے ملک پر زبردست دینی و علمی اثر تھا۔ اور یہی خانوادۂ "عزیزی ولی اللّٰہی" علمی و فکری اعتبار سے سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کا قافلہ سالار بھی تھا۔ چناں چہ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی، حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی۔ حضرت مولانا مخصوص اللہ دہلوی فرزند شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کان پوری، حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، حضرت مولانا شاہ ظہور الحق پھلواری، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھلواری قدست اسرارہم، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۲۴-۱۸۲۳ء) کے مشہور اور نادرۂ روزگار تلامذہ تھے۔

ماضی قریب کے کچھ اہلِ علم اور دانش وروں پر بھی "فکر ولی اللّٰہی" کا ایک نئے انداز سے غلبہ ہے۔ چناں چہ مولانا شبلی نعمانی (متوفیٰ ۱۹۱۴ء) اس حد تک آگے بڑھ کر لکھتے ہیں:

"ابنِ تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انھیں کے زمانہ میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحبِ دل و دماغ پیدا ہوگا۔

لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھلانا تھا کہ: اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفسِ واپسیں تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا، جس کے کارناموں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشد کی نکتہ سنجیاں ماند پڑ گئیں۔"(۱۱)

مولانا سید محمد فاروق القادری (خانقاہ قادریہ، شاہ آباد، گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں، پنجاب، پاکستان) مترجم "انفاس العارفین" اپنے مقدمہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتابوں کے اندر ہونے والی تحریفات والحاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شاہ صاحب کی طرف بعض تصانیف کے غلط انتساب کے علاوہ خود ان کی اصل کتابوں میں بعض ایسی عبارات موجود ہیں جن پر ان کے وسیع اند فکر اور معمولات سے مطابقت نہ رکھنے کے سبب الحاقات کا شائبہ ہوتا ہے۔

ہمارے اس خدشہ کو مزید تقویت اس سے بھی ملتی ہے کہ شاہ صاحب کی کتابیں باقاعدگی کے ساتھ سب سے پہلے مولانا محمد احسن نانوتوی (ف ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء) نے اپنے مطبع صدیقی، بریلی سے چھاپنا

شروع کیں۔ ان کے بعد ان کے ربیب مولوی عبد الاحد (ف ۱۹۲۰ء) مالک مجتبائی نے یہ کتابیں چھاپیں۔

مولوی محمد احسن نانوتوی، اثر ابن عباس اور بعض دوسرے مسائل میں اپنے اند فکر کی وجہ سے اس دور کے مشہور علمی مراکز بدایوں، خیر آباد، بریلی اور دہلی کے علما کے مسلک سے الگ اور معتوب تھے۔ کچھ بعید نہیں کہ شاہ صاحب کی کتابوں میں کہیں کہیں تغیر و تبدل کر دیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس امر کی طرف سید ظہیر الدین نے اشارہ کیا ہے کہ: "صرف جعلی کتابیں ہی نہیں، بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں۔"(۱۲)

الحاق کی ایک بدترین مثال یہ ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نظریات و معمولات کے بالکل برعکس ہے:

"کل من ذهب الی بلدة اجمیر او الی قبر سالار مسعود أو ماضاهاها. لاجل حاجة یطلبها، فانه اثم اثما اکبر من القتل و الزنا.

الیس هو الا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعو اللات والعزیٰ."(۱۳)

ترجمہ: ہر وہ شخص جو کسی حاجت بر آری کے لیے اجمیر یا سالار مسعود (بہرائچ) کی قبر یا ان جیسی کسی دوسری جگہ جائے، اس نے ایسا گناہ کیا جو قتل و زنا سے بڑھ کر ہے۔

کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جو مخلوق کی بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا لات و عزیٰ کی عبادت کرتا ہے؟

زیارتِ سول مقبول کے سلسلے میں طائفہ وہابیہ کا یہ قبیح و شنیع خیا ل پڑھ لیں تو آپ بھی بہ آسانی سمجھ لیں گے کہ یہ الحاق کس طائفہ قبیحہ کی کارستانی ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، فرقہ وہابیہ کے عقائد و افکار شمار کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"بعض ان میں سفرِ زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔"(۱۴)

حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) کی دو کتابیں "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" اور "شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب" کے نام سے مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی سے شائع ہوئی ہیں، جن میں تحقیق و تفصیل کے ساتھ تحریف و الحاق کے موضوع پر بھی حکیم برکاتی ٹونکی نے بحث کی ہے۔

حکیم صاحب نے مستند حوالہ دے کران کتابوں میں لکھا ہے کہ:

(۱) تحفۃ الموحدین (۲) البلاغ المبین (۳) قولِ سدید (۴) اشارۂ مستمرہ وغیرہ جعلی کتابیں ہیں، جن میں شاہ ولی اللہ صاحب کے نام پر اپنے نظریات کی تبلیغ کی گئی ہے۔

تحریف کی دو مثالیں دیتے ہوئے حضرت شاہ زید ابو الحسن فاروقی مجددی دہلوی (وصال ۱۹۹۳ء) تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحب زادوں کی تالیفات میں تحریف کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال سے رائج ہے۔ اور تیس چالیس سال سے "اصحابِ توحید" منظم طریقہ سے "اصلاح" کے نام پر اس مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

عاجز (ابو الحسن زید) کے پاس حضرت شاہ عبد القادر (دہلوی) کا ترجمۂ قرآن مجید، طبع کردہ حکیم غلام نجف، مطبع سلطانی میں ۱۲۶۴ھ کا موجود ہے۔ یہ مبارک نسخہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے استعمال میں رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا ۱۳۷۳ھ کا چھپا ہوا نسخہ لیا۔ اتفاقی طور پر اس میں دو تحریفات کا پتہ چلا ہے۔ اور یہ دونوں تحریفات فوائد میں کی گئی ہیں۔ عاجز ان کو لکھتا ہے:

(۱)۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸ کے ترجمہ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

"اللہ نے نبی سے دینِ اسلام روشن کیا اور خلق نے اس میں راہ پائی اور منافق اس وقت اندھے ہو گئے۔"

تحریف کرنے والے نے " اللہ نے نبی سے دینِ اسلام روشن کیا" کو " اللہ کے نبی نے دینِ اسلام کو روشن کیا" کر دیا۔

اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۵ر میں فرمایا ہے:

"قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكِتٰبٌ مُبِيْنٌ."

تمھارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب، بیان کرتی۔"

یہ نور اور روشنی ہمارے رسول اللہ ﷺ ہی کی مبارک ذات ہے۔ اسی مبارک نور اور روشنی میں ہم کو کتاب پڑھنی اور سمجھنی ہے۔

(۲)۔ سورۂ طارق کی آیت ۸ کے ترجمہ میں یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے:

"اللہ دنیا میں پھیر لاوے گا مرنے کے بعد"......

محرف نے لفظ "دنیا میں" نکال دیا ہے اور لکھا ہے:

"اللہ پھیر لاوے گا مرنے کے بعد"

عاجز سے ایک صاحب نے کہا کہ: یہ تبدیلی آواگون کے ثابت نہ

ہونے کے لیے کی گئی ہے۔

افسوس ہے اس ''مصلح'' نے ''پھیر لاوے گا'' پر غور نہ کیا۔ جہاں سے جانا ہوتا ہے، لانا بھی وہاں ہی ہوتا ہے۔

اگر یہی بات ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ کو حذف کر دے، کیوں کہ اس میں حضرت عزیر علیہ السلام کا پورے ایک سو سال (۱۰۰) بعد اسی مقام پر پھر زندہ ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔[۱۵]

یہ تحریف و الحاق کے ''قدیم نمونے'' ہیں۔ اب دو ایک ''جدید نمونے'' بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

القول الجلیل کے مترجم مولانا حافظ تقی انور علوی کاکوروی ''عرض مترجم'' کے عنوان سے اپنی تحقیق و تاثر اس طرح بیان کرتے ہیں:

''القول الجلی کے اقوال ''قول فیصل'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ایک کسوٹی ہیں جس سے حضرت اقدس (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے صحیح اور واقعی نظریات کا سراغ ملتا ہے۔ اسی ملفوظ کی روشنی میں حضرت کی تعلیمات اور عملی زندگی کا صحیح نقشہ اور ہو بہو تصویر سامنے آتی ہے۔

بعض محققین کی تحقیق ہے کہ: حضرت اقدس (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کی وفات یا شاہ عبد العزیز کی وفات کے بعد سے ہی حضرت کی بعض تصانیف کو اہل حدیث و فرقۂ وہابیہ نے اپنے قبضہ و تصرف میں لے کر تحریف و الحاق کا کام بڑے زور و شور اور بڑے منظم طریقے سے کیا۔

بلکہ بعض کتابیں اس تنظیم (وہابیہ) کے اراکین نے خود لکھ کر حضرت اقدس سے منسوب کر کے شائع کر دیں۔ (جن کی اشاعت آج بھی ہو رہی ہے)

اس منظم گروہ کے لیے القول الجلی کا وجود یقیناً مضرت رساں ہوتا، اسی لیے القول الجلی کو بہت منظم طور پر تلاش کر کے جہاں جہاں ہوگی، ضائع کر دیا گیا۔

یہ ایسا ملفوظ ہے جس کو مطالعہ میں رکھنے کی خود حضرت اقدس نے اپنے مسترشدین کو تلقین فرمائی ہے۔''[۱۶]

القول الجلی پڑھنے سے معلوم ہوا کہ:

حضرت (شاہ ولی اللہ) کے بعض دیگر خلفا نے بھی آپ کے ملفوظات و حالات لکھے ہیں۔

غالباً ان کو اسی تنظیم (فرقۂ وہابیہ) کی نظر لگ گئی کہ آج ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔

ایک معتبر مگر ناقص نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ (بہار) میں ہے۔ (جو ماضیِ قریب میں انجمن ترقی اردو، دہلی سے وہاں منتقل ہوا ہے۔) مگر افسوس صد افسوس کہ وہ بھی اس فرقہ (وہابیہ) کے پنجۂ ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس میں بھی حضرت کے حالات، معمولات، حقائق و معارف، کشف و کرامات کا بیش تر حصہ ضائع کر کے اس کو ناقص کر دیا گیا۔''[۱۷]

(حاشیہ۔ ''رسالہ ''معارف'' اعظم گڑھ نے ستمبر ۱۹۸۷ء میں اس مخطوطہ کی فوٹو کاپی حاصل کر لی ہے۔ اس میں اور کتب خانہ انوریہ، کاکوری کے مخطوطہ میں سر مو فرق نہیں ہے۔'' جو دونوں کے مستند ہونے کی بین دلیل ہے۔[۱۸]

حضرت اقدس (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے اقوال و افعال و احوال پڑھ کر ہر صاف ذہن پر واضح اور روشن ہو جانا چاہیے کہ:

حضرت کی طرف تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں جو وہابیانہ عقائد منسوب و الحاق کیے گئے ہیں جن کی آج تشہیر کی جا رہی ہے، حضرت اقدس پر محض افترا و بہتان ہے۔''[۱۹]

مولانا تقی انور علوی کاکوروی مزید لکھتے ہیں:

''(پروفیسر خلیق احمد نظامی نے) ''شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات'' میں جس جگہ ''القول الجلی'' کے اقتباسات دیے ہیں، یہ بھی خود اعتمادی سے تحریر فرمایا ہے کہ ''کتاب (القول الجلی) کو ایڈٹ کر کے پیش کیا جائے گا۔''

حضرت اقدس کے من جملہ دیگر فیوض نیز اپنے محترم بزرگ حضرت مولانا ابو الحسن زید فاروقی مد ظلہ کی دعا کی قبولیت (ان کا مقدمہ ملاحظہ ہو) سمجھتا ہوں کہ کتاب خلیق احمد صاحب کے ہتھے نہیں چڑھی، ورنہ خدا معلوم تحریفات و حذف و الحاق کی کیا کیا کرشمہ سازیاں، غیر مقلدین وہابیین سے فوائد (داد و تحسین وغیرہ وغیرہ) حاصل کرنے کے لیے منصۂ شہود پر آتیں۔

تحریف کی ادنیٰ مثال اسی ''سیاسی مکتوبات'' طبعِ دوم ص: ۳۰، سطر ۶/ پر ملاحظہ فرمائیے:

''اکنوں معائنہ نمودہ می آید کہ'' (اب یہ دکھائی دے رہا ہے کہ) یعنی کیا؟

اس تحریف سے تو جملہ ہی مہمل و بے معنیٰ ہو گیا۔

پورا جملہ پڑھیے: "اکنوں معائنہ نمودہ می آید کہ بر شہرِ کہنہ مریخ، نظر بہ تحدیق می دارد۔"

اب دکھائی دے رہا ہے کہ قدیم شہر (دہلی) پر مریخ گہری نظر ڈالے ہوئے ہے۔"

جس سے قدیم دہلی کی تباہی کا حضرت کو یقین ہو گیا، اور پھر ایسا ہی واقع بھی ہوا۔"[20]

حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی دہلوی (وصال ۱۹۹۳ء) سے راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے براہ راست یہ دو باتیں سنی ہیں:

(۱) مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی (پروفیسر خلیق احمد نظامی کے ماموں) نے مکتوبِ خواجہ محمد معصوم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں ایک جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ "میں اپنے پیر کے عرس میں شرکت کے لیے سرہند سے دہلی پہنچا۔"

اور مفتی صاحب موصوف نے اس کا ترجمہ کیا ہے "میں سرہند سے دہلی پہنچا"۔

مفتی صاحب ایک بار ملاقات کے لیے میرے پاس (خانقاہ شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی) آئے تو میں نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

آپ کا یہ ترجمہ کہ "میں سرہند سے دہلی پہنچا" یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو تحریف ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "میں اپنے پیر کے عرس میں شرکت کے لیے سرہند سے دہلی پہنچا۔"

جس کا جواب مفتی صاحب نے یہ کہہ کر دیا کہ "چھوڑیے! اب ان باتوں میں کیا رکھا ہے؟"

(۲) مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی نے "القول الجلی" کی طباعت رکوانے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ایک خط بھی لکھا ہے، جس کا مضمون کچھ اس طرح ہے کہ:

"میری اور مولانا ابوالحسن علی ندوی و مولانا منظور احمد نعمانی کی رائے ہے کہ القول الجلی کا نہ چھپنا ہی امت کے حق میں بہتر ہے۔" (مفہوم روایت)

میں نے یہ خط خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی لیکچرر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس یہ خط اب بھی موجود ہے۔"[21]

مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی (متوفیٰ ۵/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ اکتوبر ۱۹۸۸ء) کے تعارف میں آپ کے بھتیجے پروفیسر نثار احمد فاروقی (دہلی یونیورسٹی) لکھتے ہیں کہ:

"۱۳۷۷ھ/۱۹۳۸ء میں دار العلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، اسی زمانے میں مدرسہ اشفاقیہ، بریلی میں ایک استاذ کی جگہ خالی ہوئی۔ مولانا محمد منظور نعمانی (متوفیٰ ۲۸/ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ/ ۴/ مئی ۱۹۹۷ء) مولانا فریدی سے پہلے ہی واقف تھے۔ انھیں بریلی طلب کر لیا۔ اس وقت رسالہ "الفرقان" بریلی سے شائع ہوتا تھا اور اس کا "شاہ ولی اللہ نمبر" زیرِ ترتیب تھا۔ اس کام میں مولانا فریدی نے بھر پور تعاون کیا۔ اور مولانا نعمانی سے ان کے مخلصانہ تعلقات آخر دم تک قائم رہے۔"[22]

"مولانا فریدی، عقائد اور مسلک کے اعتبار سے علمائے دیوبند کے پیرو تھے۔"[23]

القول الجلی کے مترجم مولانا تقی انور علوی کاکوروی کی یہ روایت بھی محققین و مورخین کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے:

"لکھنؤ سے اسی تنظیم (وہابیہ) سے متعلق ایک مولانا نے القول الجلی کے دو ایک اقتباسات سن کر کہا کہ:

"حضرت شاہ صاحب سے لغزش ہوئی ہے اور لغزش سے تو حضرت معاویہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔"

مجھے ان کے اس ذہن وفکر پر افسوس ہوا۔"[24]

میرے (یٰسٓ اختر مصباحی) خیال میں یہ مولانا ہیں: سید ابوالحسن علی ندوی! جو درگاہ کاکوری شریف میں حاضری بھی دیتے رہے ہیں، اور یہی مولانا علی میاں ندوی القول الجلی ملاحظہ فرمانے خود کاکوری شریف پہنچے تھے۔

درگاہ شاہ ابوالخیر چتلی قبر، دہلی کی ایک حاضری و ملاقات میں حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی نے اس کا ذکر خود مجھ سے کیا اور بہ صراحت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا نام لیا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ:

"مولانا منظور احمد نعمانی بھی اس سلسلہ میں مولانا ابوالحسن ندوی کے ہم خیال تھے۔ یہ دونوں حضرات بالکل نہیں چاہتے تھے کہ القول الجلی منظر عام پر آئے۔"[25]

تحریف و الحاق کی مسلسل کوششوں اور صحیح و مستند اور ثابت شدہ "فکر ولی اللّٰہی" کے خلاف پر فریب پروپیگنڈہ کے باوجود "موحدین" کو "فکر وہابی" کی تشہیری مہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

جیسا کہ پروفیسر محمد سرور جامعی کی زبانی مولانا عبید اللہ سندھی (متوفیٰ اگست ۱۹۴۴ء) کے اس خیال سے پوری صورتِ حال واضح ہو کر

سامنے آجاتی ہے:

مولانا سندھی کہا کرتے تھے کہ:

گزشتہ صدیوں میں عوامی اور قومی تحریکیں اکثر و بیش تر مذہبی اٹھان اور بیداری کا نتیجہ تھیں، لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھیں، ان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور وہ عملاً عوامی و قومی بن گئیں۔

لیکن تحریک ولی اللّٰہی میں اس تاریخی انحراف کے بعد جو موڑ آیا تو وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی، بجاے اس کے کہ وہ مسلمان عوام کی ایک قومی تحریک بنتی، وہ ایک علاحدگی پسند فرقہ پرستانہ تحریک بنتی گئی۔

سید احمد شہید سے منسوب اس تحریک کا یہ حشر تو ہوا ہی، اس کا ردِ عمل اس تحریک کے دوسرے حصے، تحریک دیوبند پر بھی ہوا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اس برِ اعظم کے مسلمان عوام کی غالب اکثریت "بریلوی" ہے جو اوپر کی دونوں تحریکوں کو کفر سے کم نہیں سمجھتی۔

"اس نوع کی احیا پسندانہ مذہبی تحریکیں اگر قومی اور عوامی خطوط پر نہ چلیں تو لازماً وہ علاحدگی پسند و فرقہ پرستانہ تحریکیں بن کر رہ جاتی ہیں۔"(۲۶)

تحریف و الحاق کے مذکورہ کرشمے، ظاہر ہے کہ نام نہاد فرقہ "موحدین" ہی کی طرف سے رونما ہوئے ہیں۔ کیوں کہ "فکرِ ولی اللّٰہی" میں "اصلاح" کی اب تک جو کوششیں ہوئی ہیں، وہ "سوادِ اعظم اہل سنت" کی اقدار و روایات کے خلاف اور "اصحابِ توحید" (یعنی وہابیہ) کے طریقہ وروش و فکر و مزاج کے عین مطابق ہیں اور ہمارے اس خیال کی تائید کے لیے پیش کردہ حقائق اتنے کافی ہیں کہ اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی کی زیرِ نظر تحریر میں اب کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

آخر میں نام نہاد "اصحابِ توحید" سے ہماری گزارش ہے کہ "تحفۃ الموحدین" اور "البلاغ المبین" جیسی فرضی اور جعلی کتابیں شائع کر کے ملت اسلامیہ ہند کو مزید اضطراب و بے چینی کا شکار بنانے کی کوشش نہ فرمائیں۔ کیوں کہ "فکرِ ولی اللّٰہی" کے نام پر "فکرِ وہابی" کی تبلیغ و اشاعت کا کاروبار اب زیادہ دنوں تک چلنے والا نہیں ہے۔ اور ان کے حق میں یہ گھاٹے کا سودا ثابت ہوگا۔

ہجومِ افکار سے کچھ فرصت ملی تو مستقبل قریب میں "فیوض الحرمین، الدر الثمین، انفاس العارفین، القول الجلی" وغیرہ پر ان شاء اللہ الگ الگ تفصیل کے ساتھ کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا تاکہ پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ اربابِ فکر و دانش اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کو یہ معلوم ہو جائے کہ "فکرِ ولی اللّٰہی" کے "صحیح خدو خال" کیا ہیں؟ وباللہ التوفیق وہو المستعان وعلیہ التکلان

حوالہ جات:..

(۱) — ص:۴۷، شاہ ولی اللہ نمبر، ماہ نامہ الفرقان، بریلی ۱۳۵۹ھ۔ بقلم مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، بانی جماعت اسلامی۔

(۲) — ص:۴۸، مقدمۂ القول الجلی، مطبوعہ خانقاہ کاکوری شریف، ضلع لکھنؤ، طبعِ اول ۱۹۸۸ء

(۳) — ص:۴۸، مقدمۂ القول الجلی، بقلم مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی مجددی، دہلی مطبوعہ خانقاہ کاکوری شریف، ضلع لکھنؤ، طبعِ اول ۱۹۸۸ء

(۴) — ص:۱۴۰، شاہ ولی اللہ نمبر، ماہ نامہ الفرقان، بریلی ۱۳۵۹ھ۔ بقلم مولانا مسعود عالم ندوی۔

(۵) — ۴۶ و ۴۵، الشہاب الثاقب، مطبوعہ دیوبند، مولفہ مولانا حسین احمد مدنی۔

(۶) — ۴۵، الشہاب الثاقب، مطبوعہ دیوبند۔

(۷) — ۴۷، الشہاب الثاقب، مولفہ مولانا حسین احمد مدنی، مطبوعہ دیوبند۔

(۸) — تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیا، مطبوعہ احمدی، دہلی۔

(۹) — التماس ضروری، مشمولہ انفاس العارفین، مطبع احمدی، دہلی۔

(۱۰) — کشف الحجان، مولفہ مولانا قاری عبد الرحمٰن پانی پتی۔

(۱۱) — ۸۷، جلد اول، علم الکلام، مولفہ شبلی نعمانی۔ مطبوعہ مسعود پبلشنگ ہاؤس، کراچی۔

(۱۲) — ص:۲۸، مقدمہ انفاس العارفین، مکتبہ الفلاح، دیوبند، ضلع سہارن پور،

(۱۳) — ص:۴۹، ج:۲، تفہیمات الٰہیہ، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد، سندھ۔

(۱۴) — ص:۴۵، الشہاب الثاقب، مولفہ مولانا حسین احمد مدنی، مطبوعہ دیوبند

(۱۵) — ص:۱۰-۹، مقدمۂ القول الجلی، بقلم شاہ ابو الحسن زید، مطبوعہ خانقاہ کاکوری شریف، ضلع، لکھنؤ ۱۹۸۸ء

(۱۶) — ص:۶۲، عرض مترجم بقلم حافظ تقوی انور علوی کاکوروی، القول الجلی، مطبوعہ کاکوری ضلع لکھنؤ ۱۹۸۸ء

(۱۷) — ص:۶۵، عرض مترجم، القول الجلی

(۱۸) — حاشیہ ص:۶۵، عرض مترجم، القول الجلی

(۱۹) — حاشیہ ص:۶۶، عرض مترجم، القول الجلی

(۲۰) — حاشیہ ص:۶۴، عرض مترجم، القول الجلی

(۲۱) — ختم شد ملفوظا شاہ ابوالحسن زید دہلوی۔

(۲۲) — ص:۴۳، بقلم نثار احمد فاروقی در "نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی"۔ جلد اول مرتبہ مفتی نسیم احمد فریدی، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت، ضلع مظفر نگر یوپی

(۲۳) — ص:۴۵، حوالۂ مذکور

(۲۴) — ص:۶۷، عرض مترج، القول الجلی

(۲۵) — ملفوظ ختم شد

(۲۶) — ص:۳۴۹۔ افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، از پروفیسر محمد سرور جامعہ، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور) ☆☆☆

یہ مضمون مئی 2013 کے ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا سے لیا گیا ہے